دینِ حق سے برگشتہ ہونے والوں کو کبھی غلبہ نہ ہونے کی خبر دی گئی ہے؟ یہ خوش نصیب قوم کون ہے؟ جسکو "وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ" کے خطاب سے سرافراز کیا گیا ہے؟ یہ اللہ کے عبادِ صالحون کون ہیں؟ جنھیں وراثتِ ارض کا شرف و مجد بارگاہِ رب السموات والارض سے عطا ہوا ہے؟ ہم اور آپ یعنی وہی مسلمان جو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یا کوئی اور؟ کیا قرآن مجید کے مومنین اور عبادِ صالحین کا مصداق ہم مسلمانوں کے سوا کوئی اور دوسری قوم بھی ہو سکتی ہے؟ اگر نہیں ہو سکتی اور یقیناً نہیں ہو سکتی تو پھر کیا معاذ اللہ قرآن کا کوئی وعدہ اور اس کا کوئی اعلان جھوٹ اور غلط ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! تو اب سوچنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم مومن بھی ہیں اور پھر ہمارے لئے عزت اور امن نہیں۔ ہم مسلمان ہیں اور پھر ہمارے واسطے زمین کی وسعتیں تنگ ہو گئی ہیں۔ عزت اور وقار تو درکنار خود اپنے گھر میں بھی ہم کو اتنی آزادی حاصل نہیں ہے کہ جو چاہیں کریں اور جو چاہیں کہیں۔ کہنے کو آزاد ہیں مگر ہماری ہر ہر حرکت پر غیروں نے سنگینوں اور توپوں کے پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ دیکھنے میں ہاتھ اور پاؤں حرکت کرتے ہیں لیکن دراصل وہ ایسی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں کہ ہماری عمل کی طاقتیں خود بخود مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں۔

بے شبہ قرآن کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ اس کے وعدہ کی سچائی کے نقش تاریخ کے اوراق پر اس طرح ثبت ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا معاند بھی ان کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ پھر یقیناً ہمارے ایمان اور عمل صالح میں کوئی نقص ہے جس کے باعث قرآن کا وعدہ ہمارے حق میں درست نہیں ہوتا؛ وہ نقص بجز اس کے۔ اور کوئی نہیں ہے کہ ہم مسلمان ہیں! مگر اسلام کی حقیقی رُوح سے بے خبر ہیں۔ اپنے تئیں مومن اور جنت کے حقدار سمجھتے ہیں لیکن ایمان کے اصل منشا سے غافل ہیں! اسلام کا واحد مقصد تھا اللہ کی زمین پر عدل و انصاف قائم کرنا۔ اور قوانینِ الٰہی کو دنیا کے تمام قوانین پر غالب بنانا! ۔ ظاہر ہے جب اس مقصد کی لگن اور تڑپ ہی ہمارے دلوں میں نہیں ہے تو ہم کس طرح کوئی عملی جدوجہد کر کے حقیقی سرفرازی و سربلندی حاصل کر سکتے ہیں۔ جو فوج اپنے تمام ہتھیاروں کو پھینک کر میدانِ جنگ میں چپ چاپ کھڑی ہو گئی ہو اگر وہ فتح و کامرانی سے محروم کر دی گئی ہے تو قصور کس کا ہے؟ خود فوج کا یا کسی اور کا! . . .

ہوتے ہیں اور "نسلان" عربی لغت میں پھسلنے کو کہتے ہیں اسلئے "ینسلون" کے معنی یہ ہوئے کہ وہ اس سرعت کے ساتھ امنڈ آئیں گے کہ یہ معلوم ہوگا گویا وہ کسی ٹیلے سے پھسل رہے ہیں۔ چنانچہ مفرداتِ امام راغب اور نہایہ ابن اثیر میں "حدب" اور "نسل ونسلان" کی بحث میں یہی لغوی تفصیل مذکور ہے۔

لہذا اس تفسیر سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ قرآنِ عزیز نے یاجوج وماجوج کے خروجِ موعود کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے وہ ان ہی قبائل پر منطبق ہوتی ہے جو بحرِ کاسپین سے لیکر منچوریا تک پھیلے ہوئے ہیں اور جو دنیا کی بہت بڑی آبادی کے محور ہیں اور جارہ وقوع کے اعتبار سے عام سطح آبادی سے اسقدر بلند حصۂ زمین پر مقیم ہیں کہ جب کبھی نکل کر متمدن اقوام پر حملہ آور ہوتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اوپر سے نیچے کو پھسل رہے ہیں پس آئندہ بھی جب اشراطِ ساعت کی شکل میں ان کا آخری خروج ہوگا تو اُن کے تمام قبائل کا سیلاب ایک دفعہ ہی امنڈ آئیگا اور ایسا معلوم ہوگا کہ انسانوں کے سمندر کا بند ٹوٹ گیا ہے اور وہ اپنے مقامات کی سربلندی سے نیچے کی جانب بہ پڑا ہے۔

قرآنِ عزیز کی آیاتِ زیرِ بحث کی یہ تفسیر "الفاظ اور جملوں کو ان کے لغوی معنی سے اِدھر اُدھر ہٹائے اور ان میں تاویل کئے بغیر" اس قدر لطیف ہے کہ جس سے بہت سے وہ شکوک و شبہات یکقلم دفع ہوجاتے ہیں جو اس سلسلہ میں مفسرین کو پیش آئے ہیں اور ان کو حل کرنے کیلئے غیر جاذب تاویلات کرنی پڑی ہیں، نیز مدعیانِ نبوت کو ان تاویلات سے فائدہ اٹھا کر الحاد و زندقہ پھیلانے کا موقعہ میسر آگیا ہے۔

سورۂ کہف اور سورۂ انبیاء کی آیات کی اس تفسیر کے بعد اب حدیثِ بخاری کا مرحلہ باقی رہجاتا ہے کہ اس کی کیا مراد ہے؟ حدیث "ویلٌ للعرب من شرٍ قد اقترب ثم" اس بات پر تو صاف دلالت کرتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رویا میں "جو نبی کیلئے وحی کی طرح صحیح اور حجت ہوتا ہے" یہ دکھایا گیا کہ

اس عبارت کا مفہوم بھی وہی ہے جو حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے منقول ہو چکا ہے اور بغیر کسی تاویل کے آیت "وما استطاعوا الآیہ" کا صاف طور پر یہی مطلب متعین ہو جاتا ہے کہ یہ ذوالقرنین کے زمانہ کی کیفیت خود ان ہی کی زبانی بیان ہو رہی ہے۔ یہ مطلب کسی طرح بھی نہیں ہے کہ ذوالقرنین کی سدِّ یاجوج وماجوج کے خروجِ موعود سے پہلے ٹوٹ ہی نہیں سکتی۔

اور یہ مطلب ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ یاجوج وماجوج صرف اس ایک درہ سے ہی نکلکر غارتگری نہیں کرتے تھے بلکہ کاکیشیا کے اس کونہ سے چین کے علاقہ منچوریا تک ان کے خروج کے بہت سے مقامات تھے پس اگر ان کیلئے سدِّ ذوالقرنین نے درۂ داریال کی راہ ہمیشہ کے لئے مسدود کر دی تھی تو دوسرے مقامات سے ان کا خروج کیوں نہیں ہو سکتا تھا۔

اسی لئے حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت "وترکنا بعضھم یومئذٍ یموج فی بعض" کی تفسیر یہ کی ہے کہ ذوالقرنین کے اس واقعہ میں چونکہ یاجوج وماجوج پر اس جانب سے روک قائم ہو جانیکا تذکرہ ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے مقولہ کے بعد اپنی جانب سے اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے مخاطبین تم جن یاجوج وماجوج قبائل کے متعلق یہ باتیں سن رہے ہو یہ بھی سن لو کہ ہم نے ان قبائل کے لئے یہ مقدر کر دیا ہے کہ وہ آپس میں الجھتے رہیں گے۔ اور موج در موج باہم دست بگریباں ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ وہ وقت آجائے جبکہ قیامت بپا ہونے میں "نفخِ صور" کے علاوہ اور کوئی مرحلہ باقی نہ رہے۔ اور سورۂ انبیاء میں یہ ارشاد فرمایا کہ "نفخِ صور" سے پہلے قیامت کی اشراط وعلامات میں سے ایک شرط یا علامت یہ پیش آئیگی کہ یاجوج وماجوج کے تمام قبائل اپنے نکلنے کے ہر مقام سے ایک ساتھ اُمنڈ آئیں گے اور دنیا کی عام غارتگری کیلئے اپنی مقامی بلندیوں سے تیزی کے ساتھ اترتے ہوئے کائنات کے گوشہ گوشہ میں پھیل جائیں گے۔ "من کل حدب ینسلون" "الحدب" لغت میں اوپر سے نیچے جھکنے کو کہتے ہیں اسلئے "حدب" کے معنے اونچے مقام سے نیچے اترنے کے

رویاءِ صادقہ کے بعد "قتلِ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شکل میں ظاہر ہوا اور پھر متواتر فتن اور شرور کا سلسلہ جاری ہوگیا جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب (قریشی حکومت) تمام اقوام کیلئے ایسے ہوگئے جیسا کہ کھانے کے پیالہ پر کھانے والے جمع ہوجاتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں اس تشبیہ کا ذکر بھی موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وہ زمانہ قریب ہے کہ تم پر قومیں اس طرح ایک دوسرے کو دعوت دیں گی جس طرح کھانے کے بڑے پیالہ پر کھانے والے ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں۔

قرطبیؒ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مخاطب عرب ہی ہیں۔ اور رخنۂ سدّ کے متعلق ان کا یہی خیال ہے کہ ارشادِ مبارک کا حاصل یہ ہے کہ سدِّ ذوالقرنین کے استحکامات کے خاتمہ کا وقت آپہنچا اور اب اس میں شکست و ریخت شروع ہوگئی۔ [1]

ان دونوں محدثین کی تفصیلات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک "ویلٌ للعرب الخ" والا جملہ شرور وفتن سے متعلق ہے اور "فتح من ردم" کے جملہ میں ایک دوسری بات بیان کی گئی ہے جو یاجوج و ماجوج کی سد سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ دونوں جملے اس طرح آپس میں مربوط نہیں ہیں کہ دونوں کو ایک ہی حادثہ سے متعلق سمجھا جائے۔ البتہ فتنہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہی سلسلہ میں مربوط ہیں۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر اس بارہ میں کوئی فیصلہ کن رائے نہیں رکھتے اور متردد ہیں کہ زیرِ بحث حدیث "فتح من ردم یاجوج وماجوج" میں "فتح" سے حقیقی فتح (کھل جانا) مراد ہے یا استعارہ ہے کسی آئندہ ایسے حادثہ سے جو یاجوج و ماجوج کے ہاتھوں پیش آنے والا ہے اور جس کا اثر براہِ راست عرب (حکومتِ قریش) پر پڑیگا

لیکن کرمانی شارحِ بخاری بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس پوری حدیث کو ایک ہی معاملہ سے متعلق سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس میں یاجوج و ماجوج کے ایسے حادثہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کا ظہور

---

[1] فتح الباری جلد ۱۳ صا۹

سدِ یاجوج و ماجوج میں رخنہ پڑجانے سے ایسا سخت حادثہ پیش آنیوالا ہے جو عرب کیلئے ہولناک ثابت ہوگا لیکن یہ بات پوری طرح وضاحت کے ساتھ سامنے نہ آسکی کہ "فُتِحَ من ردم یاجوج وماجوج" میں لفظِ "فتح" سے حقیقی معنی مراد ہیں کہ واقعی یاجوج وماجوج کی سد میں سے انگوٹھہ اور انگلی کے بنائے ہوئے حلقہ کی مقدار میں شگاف ہوگیا ہے یا پیشینگویوں کی طرح اس پیشینگوئی میں بھی "فُتِحَ" اور "حلق تسعین" کو استعارہ کی شکل میں بیان کیا گیا ہے، نیز یہ کہ اس جملہ کا پہلے جملہ "ویل للعرب الخ" سے کوئی ربط ہے یا یہ الگ الگ دو مستقل باتیں ہیں؟

ان دونوں مسئلوں کے متعلق اہلِ تحقیق کی رائے مختلف ہے اور چونکہ اس رویاء صادقہ کی تعبیر خود ذاتِ اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے بسندِ صحیح منقول نہیں ہے اسلئے محدثین اور اربابِ سیر نے یہ کوشش فرمائی ہے کہ وہ اس حدیث کے مصداق کو تقریبی طور پر متعین فرمائیں

شیخ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ "ویل للعرب الخ" کے جملہ میں ان شرور و فتن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جو آپ کی وفات کے بعد ہی امت میں رونما ہونے شروع ہوگئے اور جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ امت میں سب سے پہلے عرب (قریشی حکومت) کی طاقت کا خاتمہ ہوگیا اور جن کی ہلاکتوں کا پہلا شکار اہلِ عرب ہی ہوئے اور بعد میں ان کا اثر تمام امتِ مرحومہ پر پڑا۔

اور ردم (سد) میں انگلی اور انگوٹھہ کے بنائے ہوئے حلقہ کی مقدار رخنہ پیدا ہوجانے کا ذکر تقریبی ہے یعنی یہ مقصد نہیں ہے کہ واقعی اتنا چھوٹا سا رخنہ پڑگیا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ سدِ ذوالقرنین کے استحکامات کی مدت ختم ہوگئی اور اب اس میں رخنہ پڑنے کی ابتداء ہوچلی ہے گویا اب وہ آہستہ آہستہ شکست و ریخت ہوجائیگی۔ [۱]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ بھی قریب قریب یہی فرماتے ہیں لکھتے ہیں کہ یہ اس واقعہ کی جانب اشارہ ہے جو

[۱] عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۵

اس کے بیٹے اوکتائی خاں نے ایک بے پناہ طاقت کے ساتھ اٹھکر مغرب وجنوب پر حملہ کردیا اور ۶۸۶ھ میں آخر ہلاکو خاں کے ہاتھوں بغداد کی عرب خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور اس نے " خلافتِ عربیہ کو تہ وبالا کردیا۔

تو گویا یوں سمجھئے کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس خود علاماتِ قیامت میں سے سب سے بڑی علامت ہے یعنی آپ خاتم النبیین ہیں اور پھر بھی قیامت کے وقت میں اور ذاتِ اقدس میں کافی غیر معین فاصلہ ہے اسی طرح یہ فتنۂ تاتار بھی علامتِ قیامت "خروج یاجوج و ماجوج" کا ایک ابتدائی نشان ہے اور جس طرح خروجِ دجال وقتلِ دجال اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی قریبی علامات ہیں۔ اسی طرح سورۂ انبیاء میں ذکر کردہ "خروجِ یاجوج وماجوج" بھی علاماتِ قیامت میں سے قریبی اور آخری علامت یا آخری شرط ہے۔ پس "فتح ردم" میں ان کی ابتدائی حرکت کی جانب اشارہ ہے جو رویائے صادقہ کے وقت شروع ہوچکی تھی اور " ویل للعرب" سے اس نتیجہ کا اظہار ہے جو عرب حکومت کے خاتمہ پر منتج ہوا ہے۔

لیکن شیخ بدرالدین عینی نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں کرمانی کے بیان کردہ اس قول کی تردید کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تاتاری فتنہ کا بانی چنگیز خاں اور اس کا بیٹا ہلاکو خاں تھا اور ان کو یاجوج وماجوج میں سے سمجھنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اس حدیث کا مصداق اس فتنہ کو قرار دینا بھی غلط ہے۔

بہرحال حدیث " ویل للعرب" کی ان مختلف توجیہات سے جبکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس روایت کے مصداق کا تعین خود حدیث سے نہیں ہوتا بلکہ محدثین نے قرائن اور الفاظِ حدیث کی نشست کو پیشِ نظر رکھکر اپنی جانب سے مصداق متعین کرنے کی سعی فرمائی ہے اور پھر اس میں بھی اختلاف رائے رہا ہے تو اب اُن ہی کے بنائے ہوئے اصول کو سامنے رکھکر ہم بھی کچھ کہنے اور حدیث زیر بحث کے

عمدۃ القاری جلد ۱۱ ص ۲۳۵

قیامت کی علامت سے جدا درمیانی وقفہ میں پیش آنے والا ہے اور جو باعث ہوگا عرب کے زوال کا، اور "فتح ردم" استعارہ ہے اس بات سے کہ جو حادثہ آئندہ رونما ہونے والا ہے اس کی ابتدا ہوگئی ہے۔ اور یہ وہ حادثہ تھا جو مستعصم باللہ خلیفۂ عباسی کے زمانہ میں "فتنۂ تاتار" کے نام سے برپا ہوا اور جس نے عرب طاقت کا خاتمہ کرکے رکھ دیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یاجوج وماجوج قبائل کی اس تاخت وتاراج کے بعد جس کا ذکر ذوالقرنین کے واقعہ کے ضمن میں آیا ہے تاریخ میں ان قبائل کا پھر کوئی یادگار حملہ مذکور نہیں ہے۔ البتہ ساتویں صدی عیسوی میں ان کے لئے ذوالقرنین کی یہ روک بیکار ہوگئی اور انھوں نے بحر خزر اور بحر اسود کے اس درے کے علاوہ جو ان پر بند کر دیا گیا تھا بحرۂ یورال اور بحر خزر کا درمیانی راستہ پالیا تھا نیز ادھر "سد ذوالقرنین" کے استحکامات میں بھی فرق آنا شروع ہو گیا تھا۔ اور اس طرح ذوالقرنین کے بعد اب یاجوج وماجوج کے ایک نئے فتنہ کا آغاز ہو چلا تھا اور صدیوں سے ان خاموش قبائل فتنہ جو میں پھر حرکت شروع ہو گئی تھی۔

لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رویاء صادقہ میں یہ دکھا دیا گیا کہ اگرچہ ابھی وہ وقت دور ہے جبکہ قیامت کے قریب تمام قبائل یاجوج وماجوج عالم انسانیت پر چھا جائینگے لیکن وہ وقت قریب ہے، جبکہ ذوالقرنین کے بعد ان کا ایک اہم خروج پھر ہوگا اور وہ عرب کی حاقت اور فرمانروائی کی بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ اور اسی خروج کو اس طرح حسی طور پر دکھایا گیا کہ جیسا کسی دیوار میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہو جائے اور آہستہ آہستہ وہ دیوار گر کر منہدم ہو جائے۔

چنانچہ زمانۂ نبوی میں یہ وہ وقت تھا کہ ان قبائل میں سے چند منگولین قبائل نے اپنی مرکز سے نکل کر قرب وجوار میں پھیلنا اور چھوٹے چھوٹے حملے کرنا شروع کر دیا تھا اور آخر کار چھٹی صدی ہجری میں چنگیز خاں ان کا قائد بن گیا اور اس نے منتشر قبائل کو ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا اور پھر

بعد دنیا کے درہم و برہم ہو جانیسے قیامت آجائیگی ۔

یا یوں کہئے دوسرا جملہ پہلے جملہ کی صرف تائید ہی نہیں ہے بلکہ اس کی تفسیر ہے اور پہلا جملہ درحقیقت نتیجہ اور ثمرہ ہے دوسرے جملہ کا اور مطلب یہ ہے کہ عرب (قریشی حکومت) کی ہلاکت کا وقت قریب آپہنچا اسلئے کہ یاجوج و ماجوج کا وہ بند جو ذوالقرنین نے بہت مستحکم باندھا تھا اس میں اب رخنہ پڑ گیا اور اس کی شکست وریخت شروع ہوگئی اور یہ تمہید ہے اس فتنہ کی جو اسی جانب سے اٹھیگا اور قریشی حکومت کا خاتمہ کر دیگا۔

پس اس تعبیر کے لحاظ سے تاتاری فتنہ کی وہ تاریخ سامنے لائی جائیگی جو گذشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہے اور جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح حدیث کی بیان کردہ پیشینگوئی کے مطابق اس فتنہ کی ابتدا، دورِ رسالت سے شروع ہوگئی تھی اور پھر کس طرح وہ خلیفۂ عباسی مستعصم باللہ کے دورِ حکومت میں قریشی حکومت کے استیصال کا باعث ہوئی ۔

پس اگر ان دونوں جملوں کے درمیان جو ربط اور تعلق ہے اس میں اس قدر وسعت تسلیم کرلی جائے کہ وہ محدثین کی بتائی ہوئی توجیہ "یعنی اہم شرور و فتن کا شیوع" اور کرمانی کے بیان کردہ ایک قول کے مطابق توجیہ "یعنی فتنۂ تاتار کا وجود" ان دونوں توجیہات کو حاوی ہو سکے تو ایسا تسلیم کرلینے میں نہ شرعی قباحت لازم آتی ہے اور نہ تاریخی اور زیرِ بحث حدیث کا مصداق بہت زیادہ فہم کے قریب آجاتا ہے ۔

(باقی آئندہ)

مقصد کو متعین کرنے کا حق رکھتے ہیں اگرچہ دوسرے اقوال کی طرح وہ بھی غیر منصوص اور قابل رد و قبول ہوگا

حدیث زیرِ بحث میں مستقبل میں پیش آنے والے جس فتنہ اور شر کی خبر دی گئی ہے اُس کے دو جملے بہت اہم ہیں، ایک "ویل للعرب من شرٍ قد اقترب" عرب کیلئے ہلاکت ہے اس شر سے جو بلاشبہ قریب آلگا ہے"۔ اور دوسرا "فتح الیوم من ردم یاجوج وماجوج وحلق تسعین" آج کے دن یاجوج وماجوج کی سد سے انگوٹھے اور انگلی کے گول دائرہ کی مقدار میں کھول دیا گیا ہے"۔ اور ان ہر دو جملوں کے درمیان واوِ عطف بھی نہیں ہے۔

لہٰذا الفاظِ حدیث پر کافی غور و خوض کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں مسطورہ بالا ہر دو اقوال کی گنجایش ہے۔ یعنی حدیث کا پہلا جملہ اس امر کی اطلاع دیتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے اہم شر کی اطلاع دے رہے ہیں جس کا پہلا اثر یہ ہوگا کہ عرب کیلئے سخت ہلاکت کا سامنا ہوگا۔ اور "خلافتِ قریش" زوال پذیر ہوجائے گی۔

اور دوسرا جملہ یا پہلے جملہ کی تائید میں بطور علامت پیش کیا گیا ہے اور یہ بتایا جارہا ہے کہ اس امت میں جو اہم فتنے بپا ہونے والے ہیں اور جن کا ابتدائی اثر عرب کی ہلاکت کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ ان فتنوں کے رونما ہونے کیلئے حسی علامت اس طرح سامنے آگئی ہے کہ یاجوج وماجوج پر بنائی ہوئی مستحکم سدِ ذوالقرنین میں رخنہ پڑنا شروع ہوگیا اور اس کی شکست و ریخت ہونے لگی۔ گویا یہ رخنہ آئندہ اسلامی طاقت یا عرب طاقت میں جلد رخنہ پڑجانے کیلئے ایک علامت ہے۔

چنانچہ یہ فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے شروع ہوکر مختلف فتنوں کے بعد چند صدیوں میں قریشی حکومت کی ہلاکت و تباہی پر جاکر ٹھہرا۔ اور اس طرح حدیث کی پیشین گوئی پوری ہوئی

بس اس شکل میں "فتحِ ردم" آئندہ فتنوں اور شروں کے پیش آنے کی ایک علامت ہے جو امتِ اسلامیہ میں بپا ہوکر قربِ قیامت میں موعود خروجِ یاجوج وماجوج پر جاکر ختم ہوجائیں گے اور اسکے